(غلام گردش)

بازارِ مصر

اَسی کی دہائی میں نوازشریف صوبے کے وزراء اعلیٰ تھے۔اسی دورانیہ میں ایک واقف کار جوکہ فوج سے سول سروس میں آیا تھا،مختلف وجوہات کی بدولت انکے خاص نزدیک ہو چکا تھا۔عہدہ تو پی ایس او کا تھا۔مگر میاں صاحب اسکی بات کافی دھیان سے سنتے تھے۔وزیراعلیٰ سے ملاقات کروانا،انکے احکامات کومختلف حکومتی اداروں تک پہنچانا،سب اسکی دسترس میں تھا۔سیاستدان نوازشریف تک پہنچنے کی سیڑھی سمجھ کر ہردم اسکی منت سماجت کرتے رہتے تھے۔کئی بار ایسے بھی ہوتا تھا کہ وہ اہم ترین سیاستدانوں کے فون نہیں سنتا تھا۔موبائل کا ابتدائی دور تھا۔اسکی فون کی گھنٹی کبھی بھی خاموش نہیں رہتی تھی۔میری اس سے کافی بے تکلفی تھی کیونکہ مختلف مقامات پر ٹریننگ اکٹھے کی ہوئی تھی۔آہستہ آہستہ مجھے ایسے لگا کہ اسکی طبیعت میں کچھ لوگوں کے خلاف ناجائز غصہ آچکا ہے۔وہ سیاستدان یا سرکاری ملازم جب بھی اسے کسی سرکاری کام کیلئے فون کرتے،تو جونیئر ہونے کے باوجود بہت سرد رویہ رکھتا تھا۔اگر اسکا کوئی ناپسندیدہ شخص وزیراعلیٰ سے ملنے کا وقت مانگتا تھا،تو اسکی بطور پی ایس او مکمل کوشش ہوتی تھی کہ ملاقات نہ ہو پائے۔اس حریف سے اسکا کوئی ذاتی فائدہ یا نقصان نہیں تھا،مگر پسند اور ناپسند ضرور شامل تھی۔اہم لوگوں کی مجبوری تھی کہ نمایاں پوزیشن کی وجہ سے اس سے ہر قیمت پر تعلق رکھنا ہے۔چنانچہ تمام حرکات کے باوجود وہ حد درجہ اہم ہی تھا۔میں نے آہستہ آہستہ محسوس کیا کہ لوگ آپس میں چہ مگویاں کر رہے ہیں کہ وزیراعلیٰ اب عوامی نمائندوں سے دور ہو چکے ہیں۔ملنا تک پسند نہیں کرتے۔یہ تاثر آہستہ آہستہ بڑھنا شروع ہو گیا۔اخبارات میں اسطرح کی خبریں آنے لگیں کہ نوازشریف حقائق سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔مگر وزیراعلیٰ کو اسطرح کی خبروں پر کوئی یقین نہیں تھا۔چنانچہ وہ اب اپنے ذاتی سٹاف کی باتوں پر مزید یقین کرنے لگے۔اسی دورانیہ میں الیکشن ہوا اور نوازشریف وزیراعظم بن گئے۔صوبہ کی وزارت اعلیٰ،غلام حیدر وائیں کیلئے مختص کی گئی۔اُصول طے ہوا کہ میاں صاحب کا سابقہ سٹاف اگر نئے وزیراعلیٰ کے ساتھ رہنا چاہے گا،تو اس میں کوئی حرج نہیں۔غلام حیدر وائیں ایک صاف ستھرے اور سفید پوش انسان تھے۔سیاست کا سفر صرف اور صرف اپنی محنت بلکہ ریاضت کے بل بوتے پر طے کیا تھا۔مگر انکے ہاتھ کئی معاملات میں بندھے ہوئے تھے۔میرا واقف کار یعنی پی ایس او،اب وائیں صاحب کی ناک کا بال تھا۔وہ جتنا موثر بڑے میاں صاحب کے ساتھ تھا،اتنا یا شائد اس سے بھی زیادہ،وائیں صاحب کے ساتھ تھا۔وقت گزرتا گیا اور وہ افسر عوامی نمائندوں اور سرکاری ملازمین کی مسلسل بے عزتی کرتا رہا۔پھر اچانک حالات نے پلٹا کھایا۔پیپلز پارٹی اور چند ایم پی اے حضرات نے پنجاب میں وائیں صاحب کے خلاف عدم اعتماد کرنے کی ٹھان لی۔اس سیاسی تبدیلی کی قیادت منظور وٹو کر رہے تھے۔ابھی عدم اعتماد کی تحریک جمع ہوئی تھی۔مگر ووٹنگ میں کچھ دن باقی تھے۔وائیں صاحب نے فیصلہ کیا کہ ہر دوپہر کو اپنی جماعت کے ممبران کے ساتھ کھانا کھائینگے۔حکم کی تعمیل ہوئی۔یہ ویسے معمول کی بات تھی۔یہ ڈیوٹی بھی اسی پی ایس او کی لگی کہ ممبران کو فون کر کے روزانہ کھانے پر مدعو کرے۔ہوا یہ،کہ جس ایم پی اے کو بھی فون کرتا تھا،وہ یا تو کسی مصروفیت کا بہانہ بناڈالتا تھا۔یا کہتا تھا کہ وہ صاحب فراش ہے،یا کسی خانگی معاملے کو سلجھا رہا ہے۔جب حسبِ حکم اگلے دن وائیں صاحب نے پوچھا کہ کیا کھانے کیلئے ممبران آگئے ہیں تو اس افسر کا جواب

تھا کہ سر میں نے اطلاع کر دی تھی۔ کیا آپ یقین فرمائینگے کہ پہلے دن ڈیڑھ سو ممبران ہی سے صرف پچیس لوگ کھانے پر آئے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر وزیر اعلیٰ سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ انہی کی سیاسی جماعت کے لوگ، انکی دعوت کو اس نازک وقت پر ٹھکرا دیں۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ گزشتہ دو چار برس میں انکے پسندیدہ افسر نے ان ممبران کی اتنی ہتک کی ہے کہ اب سارے ناراض ہو چکے ہیں اور اب بدلہ لے رہے ہیں۔ آپ اس افسر کی ذہنی پھرتی دیکھیے کہ اس نے فوراً پانسا پلٹ لیا۔ اب وہ باقاعدہ، وائیں صاحب کے متعلق خبریں انکے سیاسی مخالفین کو دینے لگا۔ ہوا پھر یہ کہ وزیر اعلیٰ کے خلاف عدم اعتماد کامیاب ہو گیا۔ وہ افسر بدستور نئے وزیر اعلیٰ کی اردل میں شامل ہو گیا۔ وٹو صاحب مگر تیز آدمی تھے، معاملات کو باریکی سے سمجھتے تھے۔ لہذا، تھوڑے عرصے کے بعد اس افسر کو تبدیل کر دیا۔

یہ کہنا تو مبالغہ آرائی ہوگی کہ اس افسر نے وائیں صاحب کو خراب کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ مگر یہ درست ہے کہ اس نے وزیر اعلیٰ اور ممبران کے درمیان حد درجہ دوریاں پیدا کر دیں۔ جس سے وائیں صاحب کو حد درجہ نقصان ہوا۔ پنجاب کی سیاست یکدم تبدیل ہو گئی۔ سیاسی بساط مکمل طور پر پلٹ گئی۔ عرض کرنے کا مقصد بالکل سادہ سا ہے۔ جب بھی کوئی افسر وزیر اعلیٰ یا وزیر اعظم کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ تو اپنے سیاسی باس کو یقین دلا دیتا ہے کہ اسکا سچا اور واحد ہمدرد ہے۔ اسے ہر طرح کی سازشوں اور ریشہ داریوں سے محفوظ رکھے گا۔ عین اسی وقت اس افسر کی ذاتی گیم شروع ہو جاتی ہے۔ اب وہ اپنی پسند اور ناپسند کے حساب سے سیاستدانوں اور سرکاری افسروں کا انتخاب شروع کر دیتا ہے۔ کس کی ملاقات روکنی ہے۔ کس کی پگڑی بازار میں اُچھالنی ہے۔ کسے اپنے مفاد میں استعمال کر کے وزیر اعظم یا وزیر اعلیٰ کو اسکی نہ کی گئی ہوئی خدمات کا اسیر بنانا ہے۔ یہ سب کچھ بلکہ بہت کچھ، ایسے کام شروع ہو جاتے ہیں، جنکا مسندِ شاہی پر بیٹھے ہوئے شخص کو ہرگز ہرگز احساس نہیں ہوتا۔ روزانہ کی بنیاد پر کتنا سیاسی نقصان پہنچایا جا رہا ہے، اسکے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ وہی افسر جو اسے سیاسی طور پر خراب کر رہا ہے، اسی سیاستدان کے کان اور آنکھیں بن جاتے ہیں۔ وزیر اعلیٰ یا وزیر اعظم کو عملی طور پر ایک کھلونے میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ سیاستدان تصویروں میں وزیر اعظم یا وزیر اعلیٰ ضرور ہوتا ہے، مگر اصل اختیار اور طاقت ان اہلکاروں کے ہاتھوں میں چلی جاتی ہے۔ جنکی سیاسی نقصان کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی۔ وہ بابو، دفتروں میں بیٹھ کر سانپ اور سیڑھی کا کھیل کھیلتے ہیں۔ سیاست میں غیر اہم عناصر اہم ہونے لگتے ہیں اور محنتی اور بہترین لوگ ذلیل و خوار ہو جاتے ہیں۔ طالبعلم اس کھیل کو بہت قریب سے متعدد بار دیکھ چکا ہے۔ آپ حیران ہونگے کہ پنجاب کے ایک سابقہ انتہائی تیز طرار وزیر اعلیٰ کو جس طرح چار پانچ افسروں نے بے دست و پا کر دیا، اس پر حیرت ہوتی ہے۔ انکا طریقہ واردات بہت سادہ سا تھا۔ جب وزیر اعلیٰ کسی افسر کے متعلق پوچھتے تھے کہ یہ کیسا افسر ہے۔ اسکی منفی اور مثبت عادات کیا ہیں۔ ایماندار ہے یا بے ایمان۔ تو اسکے بعد ایک ترتیب سے شیطانی کھیل کھیلا جاتا تھا۔ وزیر اعلیٰ کو با اعتماد سٹاف افسر لجاجت سے بتاتا تھا کہ سر، دل تو نہیں چاہتا کہ کسی کی برائی کروں، مگر کیونکہ آپ سے وفاداری ہے لہذا سچ بات ضرور کہونگا۔ دراصل یہ افسر جسکے متعلق آپ نے پوچھا ہے، حد درجہ کرپٹ بلکہ بدکردار شخص ہے۔ اب کیا عرض کروں، مجھے تو شرم آتی ہے چند حقائق بتاتے ہوئے۔ پھر وزیر اعلیٰ کو اس بے چارے افسر یا سیاستدان کی وہ منفی تصویر بنائی جاتی تھی کہ خدا کی پناہ۔ آخری جملے یہی ہوتے تھے کہ سر، یہ سب کچھ آپکی وفاداری

کی بدولت عرض کررہا ہوں، ورنہ میں ہرگز ہرگز ایسی بات نہ کرتا۔اب وزیراعلیٰ کے ذہن میں انتہائی عیاری سے ایک اچھے افسر یا سیاستدان کے متعلق شک پیدا کردیا جاتا تھا جسکے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی تھی کہ اسکی کردار کشی ہورہی ہے اور اسکے کیریئر کو برباد کیا جارہا ہے۔آگے غور سے سنیے۔اب یہ سب جھوٹ اور مغلظات بتانے والے افسر، وزیراعلیٰ کے کمرے سے نکل کر اپنے دوسرے اس ساتھی کے پاس جاتا تھا، جسکی بات وزیراعلیٰ سنتا تھا۔اسے کہتا تھا کہ تم سے جب بھی وزیراعلیٰ اس افسر کے بارے میں کچھ پوچھے تو تم نے حددرجہ منفی باتیں کرنی ہیں۔بالکل ایسا ہی ہوتا تھا۔دو چار دن بعد جب سابقہ وزیراعلیٰ اپنے سٹاف کے اس افسر سے پوچھتے تھے کہ ذرا بتاؤ کہ فلاں افسر یا سیاستدان کیسا ہے۔تو وہ بھی ایک طے شدہ منصوبے کے تحت، اس شخص کی حددرجہ برائی بیان کرتا تھا۔آخری فقرہ ہمیشہ یہی ہوتا تھا۔کہ سر دل تو نہیں چاہتا کہ کسی کی بدخوئی کروں، مگر آپ سے حددرجہ عقیدت اور وفاداری ہے، لہذا مجبور ہوں کہ سچی بات بتاؤں۔یہ کھیل دو تین افسر ملکر اس مہارت سے کھیلتے تھے کہ وزیراعلیٰ اس شخص کو شیطان سمجھنا شروع کردیتا تھا۔اسے لگتا تھا کہ اس شخص کو اچھی پوسٹنگ دینا تو دور کی بات، اسے تو صوبے ہی سے نکال دینا چاہیے۔اکثر اوقات نہیں، بلکہ ہمیشہ یہ سازش کامیاب ہوتی تھی۔اہم ترین سیاستدانوں کے اردگرد کے لوگ انکے کان اور آنکھیں بننے کا جعلی رول ادا کرتے تھے۔اور اسطرح اچھے، ایماندار اور کام کرنے والے افسروں کے سرکاری کیریئر کو تباہ کردیتے تھے۔بلکہ سابقہ وزیراعلیٰ کو تو انہوں نے ایک لیپ ٹاپ میں ہر افسر کے متعلق، اپنی پسند اور ناپسند کے اعتبار سے معلومات مستقل طور پر فراہم کررکھی تھیں۔تاکہ وزیراعلیٰ کبھی بھی، کسی بھی حالت میں اپنا منفی فیصلہ تبدیل نہ کرپائیں۔

صاحبان، اس اہندوناک کھیل کو حددرجہ قریب سے دیکھ چکا ہوں۔ان ادنیٰ افسروں کو بھی بخوبی جانتا ہوں جو سچ کو جھوٹ اور فریب کو حقیقت میں تبدیل کرنے کے گرو تھے۔انکے ترتیب دیے ہوئے دنیاوی عذاب کو بھی بھگت چکا ہوں۔عام لوگ، سیاستدان، میڈیا کے لوگ اور دیگر عناصر یہی سمجھتے ہیں کہ وزیراعظم یا وزیراعلیٰ تو وہی شخص ہے، جو قوم سے خطاب کررہا ہے۔پریس کانفرنس کررہا ہے۔سرکاری بیانات دے رہا ہے۔مگر نہیں، ایسا بالکل نہیں ہے۔حکومت صرف اور صرف ان افسروں کی ہوتی ہے جو مسند پر بیٹھے ہوئے شخص کے قریب ہوتے ہیں۔جو دروغ گوئی، سازش، پیسے کا لین دین، بلکہ ہر حربہ استعمال کرکے ووٹ سے آئے ہوئے سیاستدان کو اپاہج بنادیتے ہیں۔اس بدقسمت کو تو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ وہ بازارِ مصر میں اَن گنت بار بک چکا ہے۔اسکا نام منفی بے دردی سے ایک سازش کے تحت استعمال کیا جارہا ہے۔اور وہ کوئی اور نہیں، اسکے معتبر ترین لوگ کررہے ہیں۔ویسے معلوم تو حکومت کے جانے کے بعد بھی نہیں ہوتا۔کیونکہ یہی کھیل، نئے دربار میں بڑی کامیابی سے شروع ہوچکا ہوتا ہے۔دراصل پاکستان میں مصر کے بازار کی منفی طاقت ہمیشہ قائم ودائم رہیگی۔

راؤ منظر حیات